افتاء کا موجودہ نظام اور عصر حاضر کے تقاضے

مولانا یحیی نعمانی

کسی مفتی کا کام دنیا کے سیکولر مروجہ قوانین کے ماہر کی طرح صرف قانون کی دفعات بتا دینا نہیں ہوتا۔ بلکہ فتوی دراصل دینی رہنمائی کے نظام کا نام ہے جس کا رول صرف قانون کی تشریح نہیں، بلکہ اپنے زمانے میں دینی رہنمائی کے نظام کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھئے تو مفتی کا کردار اگر ایک طرف کتاب وسنت اور دین کے حقائق کی ترجمانی ہے تو دوسری طرف اس کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کی صورت حال اور خصوصا دینی صورت حال کے تمام پہلوؤں یعنی عقل ونظر کی کجی وگم راہی ،اسلام کے سامنے درپیش چیلنجز،اسلامی شریعت پر وارد ہونے والے اعتراضات،معاشرتی ومعاشی نظام کی تبدیلیوں اور زمانے کی رفتار کے ساتھ انسانوں کے مزاج وشعور میں پیدا ہونے والے تغیر کو مدنظر رکھتے ہوئے شریعت کی ایسی ترجمانی بلکہ وکالت وحمایت کرے جس سے شریعت حق وعدل دونوں کے بلند ترین درجے پر قائم نظر آئے۔ذیل میں اس سلسلے میں چند ضروری اور قابل لحاظ امور کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

(۱)اس سلسلے کی سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ شریعت انسانوں کے بنائے ہوئے مادی زندگی کے قوانین کا مجموعہ نہیں۔انسانی قوانین کی تشریح محض عقل وذہانت اور دفعات اور نظیروں کے داؤ پیچ سے کی جاسکتی ہے،لیکن اسلامی شریعت کا فہم ایک مخصوص ذوق وفکر اور خاص مزاج وطبیعت کے بغیر ممکن نہیں۔اس کا فہم وبصیرت صرف عقل وعلم سے حاصل نہیں ہوسکتا۔بلکہ اس کے لیے اس مزاج وذوق بلکہ قلبی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے جس کو قرآن نے دینی رہنمائی اور فتوی کے لئے ایک لازمی صفت ''ربانیت،، کہا ہے۔ولکن کونوا ربانین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون یعنی تم چونکہ اللہ کی کتاب پڑھاتے ہو اور دین پڑھتے ہو اس لیے ربانی بن جاؤ۔

محترم قارئین،علماء کرام کے سامنے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں صرف اشارے کافی ہیں۔یہ بات ہم سب کو معلوم ہے کہ یہ دین صرف عقل اور مادی دنیا کے ظاہری مصالح پر مبنی نہیں ہے۔اس کی منزل تک

رسائی کے لیے صرف مصالح دنیا کی رعایت اور عقل کی روشنی کافی نہیں۔ بلکہ اس راہ میں ہم روحانی روشنی اور قلبی بصیرت کے بغیر نہیں چل سکتے۔ یہ شریعت کے تکوینی عناصر اور مزاج وطبیعت کا تقاضہ ہے۔ اس کو نظر انداز کر کے ہم شریعت کا علم نہیں حاصل کر سکتے۔ قرآن نے صاف صراحت کی ہے کہ اس کے لیے ہم کو براہ راست اللہ تعالی کی خاص رہنمائی اور مدد کی ضرورت ہوگی اور جس کو اللہ تعالی کی طرف سے یہ خصوصی فیض حاصل نہیں ہوگا وہ پورے طور پر اس بصیرت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ سورۂ رعد میں کچھ لوگوں کے بارے میں آتا ہے کہ خود اللہ تعالی ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور جن کو مخصوص ہدایت بلکہ ہدایت یابی کا اعلی مقام حاصل ہوتا ہے ان کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ انابت اور اللہ کی یاد سے انس واطمینان کی قلبی کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ **ویھدی الیہ من اناب**۔ (اور اس کے بعد ان ''من اناب،، کے مصداق لوگوں کی نشانی اور علامت یہ بتائی کہ) **الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ**.

حضرات گرامی! اصل بات یہ ہے کہ اس دین کے مخصوص ایمانی مزاج کے عناصر میں دیگر چیزوں کے ساتھ کچھ کیفیات اور باطنی حالات کا خمیر ایک خاص مقام رکھتا ہے اور دینی مزاج وبصیرت پیدا کرنے میں ان کیفیات کا خاص حصہ ہے۔ قرآن اور سنت نبوی میں اس طرف واضح اور صریح اشارے آئے ہیں کہ اس دین وشریعت کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے اہل ایمان کو شرح صدر کی ایک خاص کیفیت اور قلبی اطمینان ویقین کا ایک خاص درجہ عطا فرمایا جاتا ہے اور مندرجہ ذیل آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ یہ ایک قسم کا ربانی نور ہوتا ہے اور اس کا خاص سرچشمہ ذکر اللہ ہے۔ **افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ** (الزمر:۳۹)

یعنی کیا وہ جس کے سینے کو اللہ اسلام (کی بصیرت) کے لیے کھول دے تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی اور نور پر ہو اور وہ جو دل کے سخت ہوں (فہم وبصیرت میں) برابر ہو سکتے ہیں تو بربادی ہو ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی یاد سے بیگانے ہو کر دل کے سخت ہو گئے ہیں۔

اہلِ علم اگر آیت میں غور کریں گے تو اس میں یہ اشارہ بھی پائیں گے کہ ذکر اللہ سے بیگانگی اور عدم مناسبت ایک ایسی قلبی قساوت کا سبب بنتی ہے جو بصیرت کا حجاب بن جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن نے شرح صدر کی نعمت سے محروم اور نورِ الہی سے بے بہرہ لوگوں کی اس محرومی ونارسیدگی کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ ''القاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ،، ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے جب دریافت کیا گیا کہ نئے مسائل میں ہم کیا کریں تو آپ ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں جو اجتماعی اجتہاد کے لیے ہمارا خاص رہنما ہے فرمایا: تشاورو افیھا الفقھاء و العابدین. (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث: ۱۶۱۸) تم ایسے معاملات میں فقہاء اور عبادت گذاروں سے مشورہ کرنا۔

فقہائے کرام! فقہ وفتوی کے لیے احکام کے مدارج اور دین کے نظام ترجیحات کی معرفت وبصیرت ضروری ہے۔ مذکورہ نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر وعبادت اور تعلق مع اللہ کی کیفیات کا اسلامی شریعت کے مزاج ومذاق اور اس کی روح کی بصیرت میں کچھ خاص دخل ہے۔ جب تک ذہن وذوق اس خاص رنگ سے جو کہ صبغۃ اللہ ہے رنگ نہ جائیں صحیح دینی بصیرت حاصل ہونا مشکل ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ شریعت اور احکام دین کی یہ بصیرت وحکمت خالص ذہانت اور علم وعقل سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ حاصل طور پر اللہ تعالی کی طرف سے اس کا قلب ونظر پر انکشاف ہوتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ.

اہل علم غور فرمائیں۔ یعنی نصوص کے بعد بھی کوئی چیز ہے جس کو ''اراک اللہ،، سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اور یہ وہی ذوق ووجدان ہے جس کے آں حضرت ﷺ امام اکبر تھے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی اشارہ فرمایا کہ دین کی یہ بصیرت آپ ﷺ کے ورثہ کو اللہ تعالی عطا فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین یعنی اللہ جس کے بارے میں خیر کا فیصلہ کرتا ہے اس کو اپنی جناب سے دین کی سمجھ اور فقہ سے نوازتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے پچھلی امتوں کے صاحب الہام والقاء حضرات کا تذکرہ کر کے امت مسلمہ میں ان کے وجود کی خبر دی ہے: افیمن کان قبلکم اناس محدثون..

(۲) حضرات گرامی! حالات حاضرہ اور معاصر صورت حال کے ایک اور پہلو کی طرف توجہ ہمارے دینی رہنمائی کے نظام کے لیے ضروری ہے۔ ہم آپ جس زمانے میں ہیں، اس میں کفر براہ راست اہل ایمان سے اطاعت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ قرآن نے غلبہ کفر کے زمانے اس کے جن چیلنجز کے بارے میں ''یصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجا کہا تھا، وہ دونوں اس وقت وسیع ترین پیمانے پر موجود ہیں۔ ''صد عن سبیل اللہ،، کی کوششوں کے علاوہ اسلام کو بدنام کرنے کی کوششیں جن کو قرآن نے ''ویبغونھا عوجا،، سے تعبیر کیا ہے، صد را سلام سے بھی زیادہ فتنہ انگیز ہیں۔ پروپیگنڈے کے شور نے اچھے اچھوں کو حواس باختہ کر دیا ہے۔

كل شيء يرجع الى اصله...... ہر کسی کو دور ماند از اصل خویش...... باز جوید روزگار وصل خویش

ہم اسلام کے عقائد وافکار، نظام اخلاق ومعاشرت اور شریعت کے خلاف جس پروپیگنڈے کے طوفان کا مقابلہ کررہے ہیں اور جس نے کار فتوی کو نہایت نازک بنادیا ہے اس کے بارے میں ہمیں یہ مستحضر رکھنا چاہیے کہ قرآن نے بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دین کے مخالفین کے ساتھ شیاطین کی مدد ہوتی ہے ، وہی ان کے اولیاء ہوتے ہیں جو ان کو باقاعدہ دین وشریعت کے خلاف دلیلیں سجھاتے اور پروپیگنڈے اور اتہامات کے ہتھکنڈے بتاتے ہیں، تا کہ وہ مناظروں، مباحثوں اور پروپیگنڈوں کے ذریعے سرمایہ یقین وایمان پر ڈاکے ڈالیں۔

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم وان اطعتموھم انکم لمشرکون ۔اور شیاطین اپنے چیلوں کو دلیلیں اور حربے سجھاتے ہیں تا کہ وہ تم سے بحثیں کریں اور اگر تم نے ان کی مانی تو تم مشرک ہوجاؤ گے۔

غزوۂ احزاب کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ اور شریعت کے احکام پر اعتراضات اور الزامات کا زبردست شور اٹھا، اس پروپیگنڈے کی آندھی میں، جیسا کہ صحابہ کرام نے بیان کیا ہے، اچھوں اچھوں کے قدم لڑکھڑا گئے۔ بلکہ خود قرآن نے کہا تھا: **وفیکم سماعون لھم** ،، اس موقعے پر سورۂ احزاب اتری اور اس میں واشگاف انداز میں ہدایت دی گئی کہ اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنا ۔**یاایھاالنبی اتق اللہ ولاتطع الکافرین والمنافقین**. یہاں حق وباطل کی کشمکش کی تاریخ کا ہم کو یہ ایک اہم اصول بتایا گیا ہے کہ اسلام، رسول اسلام اور شریعت اسلام پر اعتراضات اور ان کے خلاف اس ناکام کن مہم میں منافقین کے لشکر کفار کی فوج کی مدد کرتے ہیں اور اہل ایمان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھی کفر سے مطیعانہ صلح کرلیں۔ ”**ودو لوتکفرون کماکفروافتکونون سواء فلا تتخذوامنھم اولیاء** ،،۔ وہ امت کی صفوں میں کفر کے ایجنٹ اور ہمنوا ہوتے ہیں۔ آگے سورۂ احزاب میں اسی سلسلہ بیان میں انبیاء علیہ السلام اور ان کے اہل حق وارثوں کی صفت یوں بیان کی کہ: **الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولایخشون احدا الا اللہ** جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچائے جاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوی کسی سے نہیں ڈرتے۔

اس وقت فتوی کے نظام کو اسی اصول پر قائم رہنا اور بلاخوف لومۃ لائم شریعت کی بے کم وکاست ترجمانی کرکے وراثت نبوت کی جانشینی کا حق ادا کرنا ہے۔

کم عاقل عاقل اعیت مذاھبہ ...... ☆...... وجاھل جاھل تلقاہ مرزوقا

حضرات گرامی! اس چیلنج کے ساتھ ایک اور امتحان طمع کی عشوہ گری کا بھی ہے۔ ائمہ کفر ترتیب کے ساتھ ترغیب کے ہتھیار بھی استعمال کر رہے ہیں اور اس بڑے پیمانے پر کر رہے ہیں کہ: الامان، الحفیظ۔ اس کثیر یکجہتی چیلنج نے استقامت وثبات کو مشکل بنا دیا ہے۔

موجودہ دور میں افتاء کے سامنے یہ امتحان ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ربا کی حلت ہو یا مرد و زن کا اختلاط، تعدداز دواج کی حرمت ہو یا جہاد کی منسوخی ہر طرح کے فتوے بازار میں حاضر ہیں۔ مشکلات بھری اس راہ پر ثبات واستقامت کی قوت کا خزانہ صرف تعلق مع اللہ اور توکل وعزیمت میں ہے۔ عہد نبوی میں مسلمانوں کے سامنے جب اس طرح کے چیلنج بہت بڑھ گئے تھے اور ان کو عزیمت وہمت کے ساتھ راہ حق پر جمنے کے یہ احکام دیے گئے کہ: **فاستقم کاامرت ومن تاب معک ولا تطغوا انہ بما تعملون بصیر ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار** یعنی اے رسول تم اور تم پر ایمان لانے والے راہ حق پر اس طرح جم جاؤ جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے اور ذرا انحراف نہ کرنا اللہ تمہارے طرز عمل کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا ورنہ جہنم کی آگ پکڑ لے گی۔

تو اسی کے ساتھ فوراً یہ بتا دیا گیا کہ اس راہ پر جمنے کے لیے جس جمعیت باطنی اور حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہے اس کا سرچشمہ عبادت وتعلق مع اللہ یعنی اقامت صلاۃ ہے: **واقم الصلاۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل**۔

حضرات! عصر حاضر کا یہ چیلنج بڑا سخت ہے، کفر کے اس چیلنج کے سامنے ہمارے دینی رہنمائی کے نظام میں اگر صبر وعزیمت کی یہ طاقت نہ ہوئی تو یہ سربلند مینار بھی خدانخواستہ اسی طرح کفر کی پابوسی کرے گا جس طرح مشرق کی دیگر تہذیبوں، مذاہب اور اخلاقی نظاموں نے کی ہے۔

حضرات گرامی! نظام فتوی کی ایک خاص ضرورت کے بارے میں ایک کم علم اور تہی مایہ عمل نے کوشش کی ہے کہ اکابر اہل علم کے خیالات کو یکجا کردے۔ آپ حضرات بخوبی واقف ہیں کہ اس ضرورت کو کسی محدود کوشش اور لگے بندے انداز سے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اس شجر کی بارآوری کے لیے ہمارے نظام تعلیم وتربیت کی پوری فضا کو سازگار بنانے اور اس مقصد اور ہدف کے لحاظ سے اسے ایمان افروز اور روح پرور بنانے کی ضرورت ہے۔

(۳) محترم علماء کرام جیسا کہ اوپر کی سطروں میں اشارہ آچکا ہے، ہمارا یہ زمانہ غلبہ اسلام کی صدیوں سے

اس لحاظ سے بالکل مختلف ہے کہ مغرب کے فکری وتہذیبی غلبے نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی عقلوں پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔مغرب نے پوری دنیا میں نئ عقلیت پیدا کردی ہے۔ساری دنیا میں ذہن وفکر کے سانچے ہی بدل گئے ہیں۔پہلے جو باتیں بغیر کسی تردد کے قابل قبول تھیں آج مشکوک بنی ہوئی ہیں۔اس تبدیلی نے فتوے اور دینی رہنمائی کے ہمارے پورے نظام کے سامنے بالکل نئے چیلنج رکھے ہیں۔آج کے مفتی کے لیےضروری ہے کہ وہ صرف ناقل فتوی نہ ہو، بلکہ وہ اسلام کے وکیل کا کردار بھی ادا کرے۔خاص طور پر معاشرت اور معاملات کے احکام کے بارے میں ایسی بصیرت کا حامل ہو کہ وہ ان کو حق وعدل کی کامل تصویر ثابت کر سکے۔

نئ ذہنیت نے اسلام کے معاشرتی اور معاملاتی احکام کے بارے میں یہ سنجیدہ شبہے پیدا کردیے ہیں کہ وہ (کم ازکم موجودہ زمانے میں)حق وعدل کے نگہبان اور انسانی زندگی کو صلاح وفلاح کی طرف لے جانے والے نہیں رہے ہیں۔وہ ترقی میں رکاوٹ ہی نہیں بلکہ بے اعتدالی اور مختلف طبقات کی مظلومیت کا باعث ہیں۔اس دور میں فتوی اور دینی رہنمائی کے نظام کو اس چیلنج کو قبول کرنا ہی ہوگا اور دین کی ایسی حکیمانہ ترجمانی کرنی ہوگی جس سے وہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ مبنی برحق وعدل اور انسانی فلاح ورشد کا حامل نظام ثابت ہو۔

اس دور کا مفتی بھی اگر نرا ناقل فتوی ہوگا تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے بقول بہت سوں کے لئے ایمان کی آزمائش اور گمراہ کن بنے گا، انہوں نے فرمایا تھا: **ما انت بمحدث قوما حدیثا لاتبلغه عقولهم الاکان لبعضهم فتنة** (مقدمہ صحیح مسلم)۔تم اگر لوگوں کو ایسی باتیں بتاؤ گے جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں تو تم کچھ لوگوں کے لیے ایمان کی آزمائش کا سبب بن جاؤ گے۔

جدید دور کی عقلیت اور ذہن وفکر کے اس نئے مغرب زدہ سانچے کو سمجھنے کے لیے ہم کو باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔خاص طور پر اخلاقیات(ethics) سماجیات(sociology) سیاسیات اور معاشیات میں مغربی فکر وفلسفے کی بنیادوں کو سمجھنا ہوگا۔اور اس مطالعے کے لیے ایک نصاب تیار کرنا ضروری ہے جو ان میدانوں میں زمانے کی سوچ سے واقف کرا سکے۔

اس کا آسان عملی طریقہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے کسی بھی پہلو مثلا اخلاق،معاشرت،نفسیات ،اقتصادیات،سیاسیات،بین الاقوامی تعلقات وغیرہ سے متعلق شریعت کے احکام کے مطالعے سے پہلے

ان پہلوؤں سے متعلق انسانی افکار کا مختصر جائزہ لے لیا جائے۔تا کہ ایک مفتی وعالم کو یہ معلوم ہو کہ انسانی زندگی کے ان اہم شعبوں اور نظاموں کے بنیادی مسائل کیا ہیں اور ان کے بارے میں اسلام اور دوسرے حریف مکاتب فکر کا موقف کیا ہے۔اس طرح ہمارے سامنے زمانے کی سوچ کا ایک خاکہ سامنے آئے گا اور ہم دین وشریعت کی ترجمانی ہوا میں اور مخاطب کے اشکالات وتحفظات سے بے خبر ہو کر نہیں کریں گے، بلکہ جس زمانے میں اور جس نسل ومعاشرے کو مخاطب بنا رہے ہیں اس کے ذہن ومزاج کی تہوں میں موجود افکار اور نفسیات سے واقف ہو کر کریں گے۔جب اسلامی شریعت سے ذرا گہری واقفیت رکھنے والا ان میدانوں میں مغرب کے افکار کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ حیران کن منظر اس کے سامنے آتا ہے کہ ''**ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور**،، کے مصداق دنیا کے بڑے بڑے مفکر، جن کے نام پر یونیورسٹیوں میں سر دھنے جاتے ہیں بونے اور کم سمجھ نظر آتے ہیں۔

یقیناً اسی اور صرف اسی راستے سے ہمارے نوجوان اہل فتوی موجودہ دور میں اسلامی شریعت کی اطمینان بخش ترجمانی کے قابل ہو سکیں گے۔زمانے کی نفسیات سے واقفیت اور اس میں رائج طرز استدلال پر دلالت کا یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ہے۔اس کے لئے زمانے کے اعلی لٹریچر پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔الحمدللہ ہم ایسے دور میں ہیں جب اسلامی شریعت اور مغربی تہذیب وقوانین کے موازنے پر اچھا لٹریچر عرب اور برصغیر کے علماء نے تیار کر دیا ہے اس لٹریچر نے عقلی اور علمی انداز میں اسلام کی برتری ثابت کی ہے اور اسلامی شریعت کی حکمت پر بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔

مگر افسوس! صد افسوس! ہمارا افتا کا موجودہ نظام اس روشنی سے دامن کشیدہ ہے۔نہ صرف نظام افتا کے لیے بلکہ پورے دینی تعلیمی نظام کے لیے اس موضوع پر نصاب تیار کرانے کی ضرورت ہے۔خاص طور پر مغربی فکر کے وہ میدان جو ہماری فقہ وشریعت کے خاص موضوعات ہیں یعنی نفسیات ،اخلاقیات، سماجیات، معاشیات اور سیاسیات جیسے انسانی ومعاشرتی علوم ان کا تو اچھا خاصا تعارفی مطالعہ باقاعدہ نصاب کا جزو ہونا چاہیے۔ان موضوعات پر مغربی مفکرین کے نتائج فکر پر تنقید اور اسلامی شریعت سے ان کے موازنے پر مشتمل ماہرین کے لیکچرز تمہیدی تعارف کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔

(۴) اسلام کے مقابلے میں جدید دور کی جاہلیت کہاں کھڑی ہے اس کا بہترین پیمانہ خود اس تہذیب کے نتائج ہیں۔سیاسیات، معاشیات اور سماجی میدان میں مغربی طرز زندگی اور مغربی ماڈل نے جو نتائج

پیدا کیے ہیں اس کے لیے قرآن کی اصطلاح فساد فی الارض سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس نے اگر سماجی میدان میں انسان سے انسانی سماجی شعور چھین لیا اور اس کو خودغرض انفرادیت میں مبتلا کر دیا، اور سماج کی بنیادی اکائی خاندان ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا تو سیاسیات کو اس نے کشمکش اقتدار کا دوسرا نام قرار دیا اور اخلاقیات سے عاری کر کے درندہ اور خون آشام بنا دیا ہے۔ معاشیات تو اس فساد آدمیت کا شاہکار ہے، اس میدان میں تو مغرب ایسا ننگا ہوا ہے کہ خود اس کے لوگ اس پر تھوک رہے ہیں۔ دولت پر تھوڑے سے عیاشوں اور گھوٹالے بازوں کا قبضہ ہے اور باقی انسانیت ان کی ننگی بھوکی غلام۔

موجودہ دور میں اسلامی شریعت کی بہترین ترجمانی کے لیے ضروری ہے کہ مغربی تہذیب اور اس کے زیر تربیت قائم نظام ہائے کفر کی اس حقیقی تصویر کو سامنے لایا جائے جس پر کارپوریٹ دنیا کے زرخرید میڈیا کے ذریعے پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ لیکن اس حقیقی تصویر کی کچھ نہ کچھ حقیقی جھلک معاشرتی اور معاشی تجزیوں اور اعداد و شمار پر مبنی رپورٹوں میں آ جاتی ہیں۔ جن میں خاص طور پر مغربی اور جدید دنیا کی سماجی، نفسیاتی، سیاسی اور معاشی صورت حال پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یہ تجزیے اور رپورٹیں حیران کن حد تک مغربی طرز تہذیب کے افلاس و فساد کا نمونہ دکھاتی ہیں۔

اس حقیقت کو ایک مثال سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے، ابھی ماضی قریب میں عورتوں کے کسب معاش کے لیے گھر سے باہر کی موجودہ تیز رفتار و ہجوم خیز دنیا میں شرکت سے متعلق ایک متوازن فتوی دیا گیا جس کا حاصل یہ تھا کہ بے ضرورت ایسا نہ کیا جائے اور پھر بھی اختلاط مرد و زن سے اجتناب شرط ہے۔ بس کیا تھا میڈیا اور کفار و منافقین کے لشکر دوڑ پڑے۔ اگر اس طرح کے فتوؤں کے ساتھ ذرا موجودہ دنیا میں عورتوں کے ساتھ مارکیٹ میں کیا ہو رہا ہے اور عورتوں کے معاشی سرگرمیوں میں سرگرم حصہ لینے کے کیا اخلاقی معاشرتی اور نفسیاتی نتائج مشرق و مغرب میں آرہے ہیں، اس کا بھی مختصر سا تذکرہ ہو جایا کرے تو بے حد اطمینان کا باعث ہو اور اسلام کے ترجمان مفتیوں کے بارے میں یقیناً یہ تاثر قائم ہو کہ یہ گروہ رجعیت پسند اور گھسے پٹے نظریات کے پجاریوں کا نہیں بلکہ انسان کے فلاح کے نہایت بنیادی اور اہم اصولوں کے داعیوں کا ہے۔ مثلاً ابھی دہلی کی ایک غیر سرکاری تنظیم (c.f.t.i)centre for transforming india نے ملک کے ۶ بڑے شہروں کی اطلاعاتی ٹیکنالوجی (i.t) سے متعلق

شعبوں میں کام کرنے والی عورتوں کے ساتھ کی جانے والی جنسی زیادتیوں کے بارے میں ایک سروے کیا workplace sexual harassment survey کے عنوان سے مرتب اپنی رپورٹ میں اس تنظیم نے یہ چونکا دینے والا انکشاف کیا کہ ان شعبوں میں کام کرنے والی عورتوں کی غالب اکثریت یعنی ۸۸ فیصد کو تلاش معاش کی جدوجہد کے دوران جنسی زیادتیوں (sexual harassment) کا سامنا کرنا پڑا۔اس رپورٹ سے متعلق ایک نہایت مختصر سی خبر ہندوستان ٹائمس کے ۴ نومبر کے دہلی ایڈیشن کے پہلے صفحے پر شائع ہوئی،راقم سطور نے اس تنظیم کے ذمے دار مسٹر پنکج شرما سے مفصل رپورٹ مانگی تو اس میں یہ لرزا دینے والی صورت حال بھی بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے ۹۱ فیصد کی اکثریت نے اس کی کہیں شکایت نہیں کی ہے اور پچاس فیصد عورتیں تو اس کو پیشہ وارانہ زندگی (professional life) کا لازمی حصہ مان کر اس پر راضی ہیں۔اب کون عقل سلیم والا یہ جرأت لائے گا کہ اس فتوے کو نامعقول کہے۔اس رپورٹ کا کچھ حصہ تنظیم کی ویب سائٹ www.cfti.ngo.com پر بھی دستیاب ہے۔

یہ تو عورتوں کے معاشی جدوجہد میں مردوں کے ساتھ حصہ لینے کا بس ایک پہلو ہے۔اس کے دیگر اخلاقی اور معاشرتی نتائج مثلاً طلاقوں کی کثرت اور بچوں کی بیچارگی اس پر مستزاد ہیں۔اور ہر پہلو سے متعلق تفصیلی جائزے اور اعداد وشمار ہر کوشش کرنے والے کی دسترس میں ہیں۔ہمارے افتا کے نظام میں ان چیزوں سے براہ راست واقفیت کے امکانات پیدا کیے جانے چاہئیں تاکہ دینی رہنمائی کا یہ نظام عصر حاضر کے لیے پورا معنی خیز کردار ادا کر سکے۔علماء کرام اور ارباب فکر کی اس مجلس میں میں ذرا جراءت سے کام لے کر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی علمی تربیت کا جو اصل راستہ ہے وہ شاید ہمارے لیے نامانوس اور لمبا محسوس ہوتا ہے مگر میں آپ سے دست بستہ لیکن صراحت سے عرض کروں گا کہ اس کا کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے اور نہ بے دلی سے کی جانے والی کسی سرسری کوشش سے وہ طے ہو سکتا ہے۔

(۵) حضرات زمانے کا ارتقا اور معاشرتی ومعاشی تبدیلیاں لگاتار جاری رہتی ہیں۔ہم آپ جس دور میں ہیں یہ برق رفتار اور بڑی تبدیلیوں کا زمانہ ہے۔فساد انسانیت کا عجیب حال ہے،جو حکم شرعی میں اپنا اثر رکھتا ہے۔نئے وسائل کی ایجاد اور نئے تمدن نے زندگی کے اطوار بدل ڈالے ہیں۔فقہاء نے لکھا ہے کہ ”من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل،،دینی رہنمائی اور افتا کے نظام کی ذمہ داری ہے کہ وہ لگاتار

ان تبدیلیوں پر اور فتاوی کی دنیا پر موازناتی نظر رکھے اور اس کو دیکھتا پرکھتا رہے کہ فتوی اور حکم فقہی عدل اور حکمت ومصلحت کے تقاضوں کو پورا کررہے ہیں یانہیں۔

اور اگر کہیں یہ محسوس ہو کہ ماضی کے اجتہادی حکم سے عدل کے تقاضے پورے نہیں ہورہے بلکہ معاشرتی تبدیلیوں اور معروضی حالت میں اس کے الٹے نتائج پیدا ہورہے ہیں تو سلف کے موروث اجتہادی فریم ورک میں رہتے ہوئے فتوے کی تبدیلی کی ضرورت ہوگی۔خصوصا اگر مذاہب اربعہ کے دائرے میں وہ فتوی باآسانی ملتا ہے جوعدل ومصلحت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اس کے اختیار کرنے میں تردد اور تاخیر ہمارے نظام فتوی کو بدنام کرنے کا سبب بنے گی۔حافظ ابن القیمؒ نے اصول افتا وادب مفتی پر اپنی شاہکار کتاب: اعلام الموقعین میں حالات اور زمانے کے بدلنے سے فتوے کی تبدیلی کے موضوع پر ایک خاص باب ''فصل فی تغیر الفتوی واختلافها بحسب تغیر الازمنة والامكنة والاحوال والنيات والعوائد،، کے نام سے قائم کیا ہے۔اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

هذا فصل عظيم النفع جداء وقع بسبب الجهل به غلط عظيم على الشريعة. وهي عدل كلها ورحمة كلها ومصالح كلها وحكمة كلها،فكل مسالة خرجت من العدل الى الجورو عن الرحمة الى صدهاوعن المصلحة الى المفسدة وعن الحكمة الى العبث فليست من الشريعة.

یعنی یہ ایک عظیم فائدے کا حامل مبحث ہے،جس سے ناواقفیت کی وجہ سے شریعت کے بارے میں بڑی سنگین غلطیاں ہوئی ہیں۔شریعت سراپا عدل سراپا رحمت سراپا مصلحت اور سراپا حکمت ہے،لہذا جو مسئلہ بھی (حالات کی تبدیلی سے) عدل سے نکل کر ظلم کی حدود میں داخل ہوگیا یا رحمت سے اس کی ضد بن گیا یا مصلحت سے مفسد بن گیا یا حکمت سے عبث و بے فائدہ ہوگیا تو اب وہ شریعت نہیں رہا،،۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ تبدیلی فتوی کے اسباب واصول پر ایک علمی کتاب مرتب کی جائے اور اس کو افتاء کے نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ہمارے یہاں اس سلسلے میں اچھا علمی کام سامنے آرہا ہے۔مگر ان چیزوں کے لیے فتوی کے نظام ونصاب میں نفوذ کی راہیں اکثر مسدود رہتی ہیں۔نہایت ادب اور اختصار کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ اس کے جہاں اور بہت سے وہ اسباب ہیں جن کا تعلق جمود،حالات اور فتنوں کے کم شعور اور مسلکی حساسیت سے ہے وہیں ان حلقوں کے مخصوص تحفظ کا ایک سبب یہ بھی ہے

کہ وہ دیکھتے ہیں کہ ماحول میں تجدد پسندی اور مغرب پرستی کی کیسی ایمان سوز تحریکیں مستقل سرگرم ہیں، جن سے ان کو بجا طور پر تحریف دین کا خطرہ ہے۔ یہ خطرہ حقیقی اور سنگین ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ان تحفظ پسند حلقوں کی اس کیفیت کے جائز اسباب بھی ہیں۔ ماضی کے تجربات اور حال کے اندیشے ان کے لیے لگاتار تشویش کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ ان اندیشوں کو دور کرنے کی بھی سنجیدہ کوشش کی ضرورت ہے۔ اور جب تک ان خطرات سے تحفظ یقینی نہ ہو احتیاط و ورع ہی نہیں سلامتی بھی اسی تحفظ پسند سوچ میں ہے کہ ''در پے دنیا دیں ہم رفت،، نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆

ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون
فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا......

☆☆☆

یاایھا الذین آمنوا
اِن کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون من اموال
الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ ....